اسلام اور جدید سائنس نئے تناظر میں

عقلی موشگافیاں اور دینی مزاج

ظفر اقبال

حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سباء کو اس دور کے علم کے مطابق دعوت دین نہیں دی بلکہ اسے مابعد الطبیعیاتی حقائق کی بنیاد پر دین کی دعوت دی، شیشے کا فرش اس کے لیے بچھایا گیا کہ وہ حقیقت اور ظاہر میں فرق سمجھ سکے اور حقیقت الحقائق کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے ،اس ظاہری دنیا کے حجاب میں مستور نور ازلی وابدی کو پہچان لے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جائے: قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [۲۷:۴۴]۔وہ سمجھی کہ اسے پانی سے گزرنا ہے اس نے پائنچے اوپر چڑھا لیے تب اسے بتایا گیا کہ یہ شیشے کا فرش ہے اور وہ اس استعارے کا مطلب لمحے میں سمجھ گئی کہ حقیقت اردگرد اور سامنے حاضر و موجود ہو کر بھی اس سے اسی طرح مستور تھی لیکن حجاب علم حجابِ حقیقت بن گیا تھا، شیشے کے فرش نے بتا دیا کہ چیزیں دیکھنے میں کچھ اور ہوتی ہیں لیکن ان چیزوں کی حقیقت فی الحقیقت کچھ اور ہوتی ہے اور حضرت سلیمانؑ نے دعوت دین کے ذریعے اسے اس حقیقت ازلی وابدی سے واصل کر دیا، اسی لیے رسالت مآبؐ نے دعا فرمائی کہ ”اے اللہ مجھے چیزوں کو ویسا ہی دکھا جیسا کہ وہ حقیقت میں ہیں“۔ حضرت ابراہیمؑ اور نمرود میں مکالمہ ہوا تو حضرت ابراہیمؑ نے دلیل دی کہ زندگی اور موت میرے رب کے اختیار میں ہے نمرود نے کہا زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ نمرود کا اشارہ کس طرف ہے انھوں نے دلیل بدل دی اور کہا کہ میرا رب سورج مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال کر دکھا دے :”اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ “[۲:۲۵۸] انھوں نے یہ معجزہ نہیں دکھایا کہ مردے کو زندہ کر دیتے اور نمرود کے دعوے کا فوری جواب دیتے وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ اس کی یہ قوت کہ پھانسی کے مستحق قیدی کو رہا کر دے اور کسی مظلوم کو قتل کر دے سلب کرے اور اسے اس قوت کے استعمال سے پہلے دنیا سے اٹھا لے تا کہ اس کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے ،حضرت ابراہیمؑ کی قوم کے سرداروں پر حق واضح ہو چکا تھا جب آپ

☆اذا کان رب البیت بالدف مولعا .... فشیمة اهل البیت کلهم رقص☆

نے اُن کے خداؤں یعنی بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور اس عمل کی پوچھ گچھ کے دوران سرداروں سے کہا کہ ان بتوں ہی سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں؟ قرآن بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ جملہ سن کر وہ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور اپنے دلوں میں کہنے لگے کہ واقعی ہم خود ظالم ہیں مگر پھر ان کی نیت پلٹ گئی اور عصبیت جاہلیہ عود کر آئی: قَالُوْٓا ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ...... قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ...... فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ[۲۱:۶۲ تا ۶۴]۔ اسی لیے رسالت مآب کی خواہش کے باوجود آپ کو کفار کے مقابلے کے لیے کفار کے مطالبے پر معجزے نہیں دیے گئے بلکہ یہ کہا گیا کہ پہلے بھی یہ معجزے طلب کرتے تھے اور معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان نہیں لاتے تھے اور اب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے لہٰذا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے ہم انھیں رفتہ رفتہ خود تباہ کر دیں گے۔ کیونکہ انبیاء کا اصل معجزہ اور حقیقی کمال ان کی دعوت ہوتی ہے ، یہ دعوت عالمی، آفاقی، ابدی، حتمی اور قطعی اور یہ زمان ومکان سے ماوراء ہے، عاد ثمود قوم فرعون وغیرہ کے پاس بھیجے جانے والے انبیاء نے ان قوموں کا مقابلہ ان کی علمیت سے نہیں کیا کیونکہ اس صورت میں برتری افضلیت اور اہمیت ان تہذیبوں تمدنوں اور ان کے علوم مابعد الطبیعیات اور انہی کی علمیت کی قائم ہوتی، حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو یہ نہیں کہا کہ پہلے تعلیم بالغان کے مراکز کھولو، مصری سائنس میں کمال حاصل کرو، مصریوں کی ٹکر کی علمی سطح، آلات، اقدار اور ہتھیار جمع کرو پھر فرعون کو دعوت مبارزت دیں گے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ کچھ کمرے لے کر باجماعت نماز کا اہتمام کرو: وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ[۱۰:۸۷] جادوگر حضرت موسیٰ کے جادو پر، ان کے چمکتے ہوئے ہاتھ پر، ان کے عصا کے بل کھا کر نکلنے اور سانپوں کو ہڑپ کرنے کے منظر پر یا حضرت موسیٰؑ پر ایمان نہیں لائے بلکہ اس رب پر اس کے مبعوث کردہ پیغمبر حضرت موسیٰ کے ذریعے اور وسیلے سے ایمان لائے جس کی عظمت، ہیبت اور شوکت کا مظاہرہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا وہ اپنے جادو کی حقیقت سے تو واقف تھے لیکن اس کے ظاہری رعب وکمال سے لوگوں کو مرعوب کر کے اپنے کاروبار چلاتے تھے۔ حضرت موسیٰ جب اس شعبدے اور رعب سے مرعوب نہ ہوئے تو ان کو یقین آ گیا کہ یہ ہستی صادق اور سچی ہے اور جس رب کی طرف دعوت دے رہی ہے یقیناً وہی الحق ہے: وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ...... قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [۷:۱۲۰، ۱۲۱] لہٰذا انھوں نے اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ کے رب پر ایمان لاتے ہیں، جادوگر حضرت موسیٰ کے عصا اور ید بیضاء پر ایمان نہیں لائے بلکہ خالق کائنات پر ایمان لائے جو ان دیکھا تھا مگر جس کا جلوہ انھوں نے اپنے قلب میں محسوس کر لیا اور چشم باطن سے اس عالم ظاہر کے اصل خالق کا مشاہدہ کر لیا۔ اس ایمان کی طاقت کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ جب فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تمھارے ہاتھ پیر کٹوا دوں گا میری اجازت کے بغیر تم ایمان کیسے لے آئے؟ تو وہ اس دھمکی سے مرعوب

نہ ہوئے اور راہِ حق میں جان دینے پر آمادہ ہوگئے: قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ...... رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ...... قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ...... لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ...... قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ...... وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ [۷:۱۲۱تا۱۲۶]۔افسوس کہ عہد حاضر کے جدیدیت پسند مسلم مفکرین جادوگران فرعون کے ایمان کی حلاوت، حرارت، اور گہرائی سے یک سر محروم ہیں، اسی لیے مغرب سے اس قدر مرعوب ہیں، اس کے برعکس عہد فرعون کے جادوگروں کا ایمان ویقین کس درجے کا تھا، قرآن بتاتا ہے کہ اپنی موت سامنے دیکھ کر ساحروں کا ایمان بڑھ گیا اور وہ بے اختیار کہہ اٹھے ''بہر حال ہمیں پلٹنا اپنے رب ہی کی طرف ہے تو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے سامنے آگئیں تو ہم نے انھیں مان لیا اے ہمارے رب ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں''۔

جب تک امت مسلمہ کو یہ ایقان ویقین اور لذت ایمان حاصل نہ ہوگا اسے کبھی عروج نہیں مل سکتا، خواہ وہ سائنس وٹیکنالوجی میں مغرب سے بھی آگے بڑھ جائیں، مسابقت کا میدان قرآن کی نظر میں دین وایمان مابعد الطبیعیات کا میدان ہے اپنے رب کا ذکر کرو سب سے کٹ کراسی کے ہو رہو: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا [۷۳:۸] اصل میدان نظریاتی میدان ہے، نہ کہ اسباب دنیا یعنی سائنس وٹیکنالوجی۔ جب تک امت اس نکتے کی گہرائی تک نہیں پہنچے گی عروج کی خاطر قوم بنی اسرائیل کی طرح مادیت کے صحراؤں میں بھٹکتی رہے گی۔ انبیاء اپنی مابعد الطبیعیات ایمانیات کی بنیاد پر اپنے عہد کے کفر، ضلالت، جہالت وجاہلیت کو دعوت مبارزت دیتے ہیں۔ جب سائنس کی بنیاد پر کسی قوم کو، امت یا فرد کو دعوت دی جاتی ہے تو سب سے پہلے آپ اس بات پر ایمان لایا جاتا ہے کہ اس فرد، امت یا قوم کا علمی منہاج یعنی راست حقیقت، اصل سچ اور اصل کسوٹی سائنس ہے ان کے جعلی حق سے الحق کی تائید وتصدیق یا توجیہہ انبیاء کا طریقہ کار نہیں ہے۔ انبیاء اپنے علمی منہاج اور اپنی مابعد الطبیعیات کے سواہر شئے فلسفے، علم، تصور علم اور منطق کا انکار کرتے ہیں اور صرف اپنے منہاج علم کے ذریعے دعوت دین دیتے ہیں، اسی لیے حضرت ابراہیمؑ کا موقف قرآن نے بیان کرتے ہوئے قیامت تک کے لیے واضح کر دیا کہ اسلام اور کفر میں مصالحت ممکن نہیں دونوں کا منہاج علم اور مابعد الطبیعیات مختلف ہے۔ جو ہماری مابعد الطبیعیات اور منہاج علم پر ایمان نہ لائے توحید خالص قبول نہ کرے اس سے ہماری عداوت ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ

مِنْ شَیْءٍ رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ [الممتحنہ:۴]

دعوت کے نبوی طریق سے انحراف: خطرناک نتائج:

انبیاء کرام مشرکین کے سامنے خالص دعوت حق پیش کرتے تھے اور وہ دعوت قبول کرلی جاتی تھی لہٰذا آج بھی انبیاء کے بتائے ہوئے طریقے سے دین کی دعوت ہی مطلوب دین ہے اس کے سوا دوسرے طریقے محض بدعت ہیں اور یقیناً ناپائیدار بھی اور ان کے نتائج نہایت خطرناک ہیں یہ خطرے تین قسم کے ہیں:

[۱] پہلا خطرہ یہ ہے کہ جس فرد یا قوم کو آپ سائنس کی بنیاد پر دعوت دیتے ہیں اگر سائنس کا وہ مفروضہ کل غلط ثابت ہوا تو آپ کی پوری عمارت منہدم ہوگئی اور دین اس امت اور قوم کے لیے ابدی طور پر نا قابل قبول ہوگیا۔

[۲] دوسرا خطرہ یہ ہے کہ دعوت دین کے لیے انبیاء کا طریقہ ترک کر کے نیا طریقہ ایجاد و اختیار کرنا ہوگا۔ ایسا طریقہ جو مخاطب اور داعی کے مابین مشترک ہو یعنی دعوت مشترکہ اتفاقی نکات کے تناظر میں ہی دی جائے گی، چونکہ توحید و شرک میں اتحاد ممکن نہیں تو دعوت کا مشترکہ نکتہ صرف جدید سائنس ہوگا جس پر کفر و اسلام متفق ہوں گے، جس شے، یعنی سائنس، پر دونوں گروہ متفق ہوں گے تو اس کے نتیجے میں بہترین، اعلیٰ اور افضل علم تو سائنس قرار پایا، جس کے باعث دو متحارب اور مخالف گروہوں میں اشتراک کی صورت پیدا ہوگئی۔ سائنس سے حاصل علم عقلی، تجربی، حسی اور اختیاری یعنی طبیعی ہوتا ہے جو اس مادی دنیا سے نکلتا اور اس مادی دنیا میں کام آتا ہے، وحی الٰہی اور پیغام نبوی جو خارجی دنیا سے آتے ہیں، پیمانۂ حق ہمیشہ اس دنیا سے باہر ہوتا ہے، اب اس دنیا کے اندر آگیا اور یہ پیمانہ بھی عقلی، تجربی اور طبیعی ہوگیا۔ اس کے نتیجے میں پیمانہ یہ طبیعی دنیا اور اس دنیا کا انسان اور اس کا طبیعی علم سائنس بن گئے یہ خطرناک ترین راستہ ہے۔

[۳] تیسرا خطرہ جو مسلمانوں کو درپیش ہے وہ یہ کہ جب قرآن کی علمی تفسیر یعنی سائنسی تفسیر سائنسی دلائل کی بنیاد پر لوگوں کا ایمان تازہ کرے گی تو یہی ان کا مزاج یعنی لوگوں کا شعور فطری شعور کے بجائے سائنسی شعور بنتا چلا جائے گا تازگی ایمان کے لیے روزانہ تازہ سائنسی دلیلیں مہیا کرنا ہوں گی اور سائنس کے بدلتے ہوئے دھارے کے ساتھ ساتھ قرآن کے تفسیری مطالب بھی بدلنے ہوں گے ورنہ عوام الناس غیر سائنسی تفسیر قبول نہ کریں گے۔ جس طرح آج کل آب زم زم کے کمالات علم آبیات کے مختلف سائنس داں ثابت کر رہے ہیں کہ اس میں نمکیات، حیاتیات اور بے پناہ فوائد کا خزانہ چھپا ہوا ہے، اب مسلمان آب زم زم اگر اس لیے پی رہے ہیں کہ سائنس نے اس کی شہادت دی ہے گویا آب زم زم کی برکت پر ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و ہدایت سے منتقل ہو کر سائنس کے اعداد شمار اور شبہات پر قائم ہوگیا، کل کوئی بہت بڑا سائنس داں اپنے تجربات وتحقیقات سے ثابت کردے کہ آب زم

زم صحت کے لیے ہمیشہ سے خطرناک رہا ہے اس کا استعمال ترک کردینا چاہیے تو جدید سائنسی ذہن جس کی بنیاد سائنس کے منہاج علم پر تعمیر ہوئی ایک لمحے کے توقف کے بغیر آب زم زم کا استعمال یقیناً ترک کردے گا کیونکہ عقل وعشق کی تربیت سائنسی منہج [Scientific Paradigm] پر ہوئی ہے، اگر عشق وعقل کی تربیت ایمانیات کی سطح پر عقیدے کے منہاج میں ہو تو مسلمان قیامت تک آب زم زم پیتے رہیں گے۔ خواہ سائنس اس پانی کے استعمال کے ایک لاکھ نقصانات ثابت کردے، یہ رویہ پیغمبر کی اتباع میں ہوگا نہ کہ سائنس کی تقلید میں۔ مسلمان حج وعمرے کے موقع پر سر منڈواتے ہیں اب اس کی سائنسی تشریح و توجیہہ اس عمل کے حق میں کردی جائے تو لوگ بغیر حج وعمرہ کے بھی سائنسی صحت کی خاطر سر منڈانے لگیں گے کہ اس کے بہت سے سائنسی طبی، مادی، طبیعی اور نفسیاتی فائدے ہیں، لیکن اگر کل یہ سائنسی توجیہہ آجائے کہ اُسترے سے سر منڈایا جائے تو بالوں کی نشو ونما متاثر ہوتی ہے سر کی باریک رگیں سکڑ جاتی ہیں جس سے خون کی روانی میں فرق آجاتا ہے اور گنج پن کے خطرات نوے فی صد بڑھ جاتے ہیں تو لوگ سر منڈانا ترک کردیں گے بلکہ عقیقے کی رسم بھی ختم ہوجائے گی۔ تحنیک کی سنت جس میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کھجور چبا کر نومولود کے تالو پر لگادیتے تھے اب امت مسلمہ میں تقریباً متروک ہوگئی ہے ،اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ لوگوں کو یہ سنت یاد ہی نہیں رہی اور جدیدیت کے طوفان بادوباراں میں بے شمار روایتوں کے ساتھ ساتھ یہ دینی روایت بھی گرد وغبار میں دب گئی ہے، دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ اب محلّوں اور بڑے گھرانوں سے بزرگوں کا تقریباً خاتمہ ہوگیا ہے پہلے ہر محلے ہر گھرانے میں کوئی نہ کوئی بزرگ ہستی ایسی موجود رہتی تھی جس کا علم اور ایمان اور عمل اس بستی، محلے، علاقے اور خاندان کے لیے سورج کی طرح روشن ہوتا تھا۔ جدید تعلیم کے عام ہونے کے بعد ایسی نسل ختم ہوگئی اور جدید تہذیب کے بوڑھے بھی جوانوں سے آگے نکل گئے ہیں لہٰذا لوگ اس رسم کو زندہ کرنے کے لیے کن کے پاس جائیں؟ بزرگوں کی جگہ اب دنیادار بوڑھے رہ گئے ہیں جو دنیاداری میں جوانوں سے پیچھے نہیں رہتے۔ جدید سائنس سے مرعوب اذہان اور قلوب و دماغ فوراً کہہ دیں گے کہ کھجور میں لعاب ہوتا ہے لعاب غیر سائنسی شے ہے اس میں جراثیم ہوتے ہیں لعاب کا تالو پر لگانا حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہے تو کیا سائنس کی تائید میں سنت رسول ترک کردی جائے؟ سائنسی ذہن ترک سنتِ رسولؐ میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ ہم سر اپنے پیغمبر کی سنت کے اتباع میں منڈاتے ہیں خواہ سر پر بال آئیں یا ہم ہمیشہ کے لیے فارغ البال ہوجائیں، اتباع سنت محمدیؐ لازم ہے اس کی بنیاد نقلی دلیل پر ہے عقلی دلائل کی اساس پر نہیں۔ یہ سوال کہ اگر اس عمل کی کوئی عقلی سائنسی منطقی توجیہہ مل جائے تو کیا حرج ہے؟ ذ اس ضمن میں تمام سابقہ دلائل اس حرج کی شرح وتفصیل میں بیان کیے جاچکے ہیں۔

قرآن نے حکم دیا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے خاموشی سے سنا جائے اس حکم کی موجودگی میں اگر آیات قرآنی پیش کرنے پر حاضرین تالیاں پیٹیں تو یہ عمل نص کی خلاف ورزی

ہے۔قرآن العلم ہے جسے علم کے حاصل ہو اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ قرآن سن کر سجدے میں گر جاتا ہے: قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا [۱۷:۱۰۷] علم کا تقاضا سجدہ ہے جو سجدے سے محروم ہے وہ علم اور علم کی روح اور لذت سے محروم ہے اسی لیے فقیہہ اگر عابد، اور ساجد نہ ہو تو وہ فقیہہ نہیں علم ڈھونے والی مخلوق ہے: مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ [۶۲:۵] جس کی آواز خدا کو سب سے زیادہ ناپسند ہے: وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ [۳۱:۱۹] قرآن نے العلم اور الحق سے منہ موڑنے والے کو جنگلی گدھے سے بھی تشبیہ دی ہے جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑتے ہیں: كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ [۷۴:۵۰] فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ [۷۴:۵۱] اس کے برعکس قرآن اہل علم اور اہل سجدہ کا مرتبہ بتاتا ہے کہ یہ وہ خوش نصیب لوگ جن کے لیے دنیا میں بھی بھلائی تھی اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی ان کے حق میں بہتر تھا [۱۶:۳۰] جو یوم آخرت اپنے اصل علم کی بناء پر نفس کو علم سمجھنے والوں کے بارے میں بتائیں گے۔ اہل علم اہل سجدہ ہیں جن کو قیامت کے دن کیا اعزاز حاصل ہوگا؟ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُخْزِیْهِمْ وَ یَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِیْهِمْ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ الْیَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ [۱۶:۲۷]۔ اس لیے قرآن میں اہل علم کی شان یہ بتائی گئی کہ جب وہ رحمان کی آیات سنتے ہیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں: اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّ مِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْرَآءِیْلَ وَ مِمَّنْ هَدَیْنَا وَاجْتَبَیْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا [۱۹:۵۸] بے علم وہاں سجدہ نہ کر سکے گا اسی لیے پروفیسر کیتھ مور سجدے کی نعمت سے محروم ہیں۔ یہ اہل علم ہوتے تو سجدے میں گر جاتے، علم کا تقاضا مطالبہ اور حاصل صرف سجدہ ہے جو عالم ساجد اور عابد نہ بنے وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ قرآن نے ایسے لوگوں کو گدھے [حمار] اور کتے [کلب] سے تشبیہ دی، انھیں مخلوقات میں سب سے بدترین مخلوق [شر الدواب] قرار دیا ہے۔ سورۃ اعراف میں طالب دنیا دین داروں کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے بتایا گیا کہ اس کی حالت کتے جیسی ہوگی: وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ...... وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ [۷:۱۷۵، ۱۷۶]۔ اسی لیے قرآن بتاتا ہے کہ جو دنیا میں علم حاصل کر کے یا علم کے بغیر سجدہ نہیں کرتا وہ قیامت کے دن بھی سجدہ نہ کر سکے گا جو نفس، مال اور دنیا کی سجدہ گاہ پر سر نیاز جھکاتا ہے وہ حقیقی الہٰ کے سامنے کیسے جھک سکتا ہے؟ جو پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھک جائے وہ اللہ کے سامنے جھکنے کے

شرف سے محروم ہو جاتی ہے:۔ یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ [۴۲:۸۶-۴۳:۸۶] قرآن بتاتا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں علم والے تھے انھیں دنیا میں بھی آخرت کا علم حاصل تھا دنیا کو جاننے اور آخرت کی حقیقت پہچاننے کے لیے العلم کی ضرورت ہوتی ہے یہی علم دنیا بھی سنوارتا ہے اور آخرت بھی بناتا ہے، اہل دنیا اس علم کو علم ہی نہیں سمجھتے۔

اس سوال پر غور کی ضرورت ہے کہ نائیک صاحب کی خطابت سے مسحور ہونے والے قرآن سن کر سجدے کرنے کے بجائے تالیاں کیوں بجاتے ہیں؟ ان دونوں کے مابین کیا رشتہ ہے؟ داعی، مناظر اور متکلم کا کام لوگوں تک صرف علم پہنچانا، صرف دلائل کا طومار لگانا، صرف حوالوں پر حوالے پیش کرنا محض خطابت کا جادو جگانا، صرف لفظوں کی جھنکار اور لہجے کی للکار سے سحر طاری کرنا نہیں بلکہ ان کی تربیت، تزکیہ، اصلاح اور تذکیر کرنا بھی ہے، اسلامی تاریخ میں کبھی قرآن کی آیات پر تالیاں پیٹنے کی روایت نہیں ملتی قرآن کی آیات پڑھنا پڑھانا اور سننا سنانا اس کا حوالہ دینا اس سے استدلال کرنا عین عبادت ہے، اس عبادت کے درمیان تالیاں پیٹنا یا پٹوانا مشرکین مکہ کا طرز عمل تھا جس کی قرآن نے جا بجا مذمت کی سورۃ انفال میں اس معاملے کی منظرکشی کرتے ہوئے خالق ارض وسماء فرماتے ہیں: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّ تَصْدِیَةً فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ [سورۂ انفال:۳۵] ترجمہ: بیت اللہ کے پاس ان لوگوں کی نماز کیا ہوتی ہے بس سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے ہیں، ذاکر نائیک صاحب نے اپنے خطیبانہ معرکوں میں داد وصول کرنے کے لیے آیات قرآن پر تالیاں بجوانے کی جس روایت وثقافت کو فروغ دیا ہے وہ روایت اسلامی تہذیب واخلاقیات کے ملبے پر تعمیر ہوئی ہے۔ پندرہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں کسی مناظر، مفکر، مفسر، محدث کی خطابت تقریر، درس، وعظ، مجلس، محفل میں قرآنی آیات کے حوالوں پر نہ کبھی تالی بجائی گئی نہ کبھی بجوائی گئی۔ دین سنجیدگی، تحمل اور بردباری کا نام ہے، شو بزنس، چھچھورپن، شور شرابے، دھوم دھڑ کے اور ہلے گلے کا نام نہیں، جناب ذاکر نائیک نے اپنی نشستوں میں قرآنی آیات پر تالیوں کے ذریعے امت مسلمہ کی پندرہ سو سالہ تاریخ وتہذیب وروایت بدل دی ہے اور اس امت کو احساس تک نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا، وہ خطابت کے سحر میں اور تالیاں پیٹنے کے مرض میں مبتلا ہیں، جو قومیں صرف تالیاں بجا کر فتح کے شادیانے نکالتی ہیں وہ تاریخ میں تالیوں کی گونج بن کر مقید ہو جاتی ہیں۔ دین، ھزل، لہو ولعب، میلے ٹھیلے، ہنگامے، شور شرابے، دھوم دھڑ کے اور تماشے کا نام نہیں، عصر حاضر کے مسلمانوں کو دین بھی اسی رنگ وآہنگ اور اسی اسلوب میں پسند آتا ہے جو مغرب کو مطلوب ہے۔ قرآن نے اہل کفر کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ وہ جب اللہ کی آیات سنتے ہیں تو شور وغل کرتے: هزوا اور لهو و لعب میں مبتلا ہوتے تالیاں پیٹتے سیٹیاں بجاتے مسخرہ پن کرتے مضحکہ اڑاتے ہیں فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰی اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِیْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ

[۱۰:۱۱:۲۳] یہ وہ لوگ ہیں جو شک میں پڑے کھیل رہے ہیں: بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ [۹:۴۴] یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے تو ان سے کہو کیا تمھاری ہنسی اور دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ہی ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ [۹:۶۵]۔ جبکہ مومنین بردبار اور متحمل مزاج ہوتے ہیں لیکن قیامت کے دن کفار پر ضرور ہنسیں گے: فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ [۸۳:۳۴] اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ [۱۶:۹۸] قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھو: اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا [۷۳:۴]، اور جب قرآن پڑھایا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [۷:۲۰۴] قرآن اپنے منکرین کا رویہ یہ بتاتا ہے کہ وہ قرآن سن کر تالیاں پیٹتے ہنستے ہیں مگر روتے نہیں ہیں اور گا بجا کر انھیں ٹالتے ہیں جبکہ قرآن حکم دیتا ہے کہ تالیاں نہ پیٹو، سیٹیاں نہ بجاؤ، گا بجا کر نا لنے کی کوشش نہ کرو بلکہ جھک جاؤ اللہ کے آگے اور بندگی بجا لاؤ: اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ...... وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ...... وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ...... فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا [۵۳:۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲] عہد حاضر کے خدا سائنس پر ایمان اور اس کائنات کے حقیقی الٰہ مالک الملک پر یقین ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتے۔ سائنس سے اسلام کو ثابت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مادی خدا کے ذریعے حقیقی الٰہ تک رسائی حاصل کی جائے لہٰذا سائنس اور اسلام کی بات کرنے والے عملاً دو خداؤں کے ذریعے اس کائنات کی تفہیم و ادراک پر اصرار کرتے ہیں، جبکہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ دو خدا نہ بنا لو خدا تو بس ایک ہی ہے: وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ [۱۶:۵۱]، پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے ڈرو گے: وَ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ [۱۶:۵۲]۔ ان تمام دلائل کی روشنی میں ہم ذاکر نائیک صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کریں گے: قُلْ ءَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ [البقرہ ۱۶] تم کہو تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ کو زیادہ علم ہے۔

القسم العربي

مجلة الفقة الاسلامى

تصدر من

اكاديمية الفقة الاسلامى المعاصر

ص ب ١٧٧٧٧ گلشن اقبال

كراتشي باكستان

رئيس التحرير

الاستاذ الدكتور / نوراحمد شاهتاز

.......☆.......

مساعد رئيس التحرير

الاستاذ غلام نصير الدين نصير

الدكتور محمد صحبت خان

فهرس الموضوعات

مسألة تعارض الضررين فى الفقه الاسلامى المقارن

الدكتور عبدالجبار شرارة ٧١